دینی مدارس اور رواداری بین المسالک

سید عزیز الرحمٰن

دینی مدارس مسلمانانِ عالم خصوصاً مسلمانانِ برصغیر کی تعلیمی، تہذیبی اور معاشرتی تاریخ کا ایک تابندہ و درخشاں باب ہیں، جن کے بغیر تاریخ کا کوئی باب مکمل نہیں ہوسکتا، دینی مدارس کی خوبیاں، امتیازات، خصائص اور انفرادیت سب اپنی جگہ، تعلیمی اعتبار سے انہوں نے جو عظیم الشان خدمت انجام دی ہے، وہ بجائے خود اہم ہے۔ لیکن اس کا اعتراف تو بعد کی چیز ہے، صحیح معنی میں اس کا احساس بھی ابھی لوگوں کے ذہنوں میں پیدا نہیں ہوسکا۔

دینی مدارس کا نظام خاص طور پر اس وقت لوگوں کی نظروں میں آیا اور اس نے الگ انفرادی پہچان قائم کی، جب برعظیم پاک و ہند انگریزی تسلط کے زیرِ نگین آیا۔ وہ وقت بھی اپنی حشر سامانیوں کے اعتبار سے برِ اعظم کے مسلمانوں پر کڑی آزمائش کا وقت تھا، اس وقت ان مدارس نے جو کردار ادا کیا، اس نے انہیں تاریخ میں امر کردیا۔ گوکہ دینی تعلیم کا یہ سلسلہ معلمِ اوّل نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات سے جاری ہوا تھا، اور اس سلسلے میں پہلا مدرسہ دارِ ارقم، مکہ مکرمہ میں قائم ہوا تھا، لیکن اسے درسِ نظامی کا نام ملا نظام الدین سہالوی (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) کی طرف انتساب کے نتیجے میں ملا۔ جنہوں نے برعظیم کے مسلمانوں کی سہولت کے لئے ایک نصاب تشکیل دیا، گوکہ یہ نصاب اس سے قبل بھی اس سے ملتی جلتی شکل میں بلادِ اسلامیہ میں تشنگانِ علومِ دینیہ کی پیاس بجھانے میں مصروفِ عمل تھا، لیکن قدرت نے اس نام و انتساب کی قسمت میں عالمگیر پذیرائی لکھی تھی، سو تقدیر کا لکھا ہوا پورا ہوا اور آج مدارس کا نظام و نصاب درسِ نظامی کے لقب سے ملقب ہے، اگرچہ گردشِ لیل و نہار کے نتیجے میں اس میں بے شمار ترامیم، اضافے اور تبدیلیاں رونما ہوچکی ہیں۔

یہ نظام اور مدارس کی یہ کاوشیں کس قدر کامیاب رہیں؟ اس کا اندازہ کئی طریقوں سے کیا جاسکتا ہے، اور ان مدارس کے کارنامے بیان کرنے کے بھی کئی حوالے ہیں، لیکن **الفضل ما شهدت به الاعداء** کے بہ مصداق ان مدارس کے حق میں سب سے بہتر گواہی وہی ہوسکتی ہے، جو اس نظام کو اپنے خلاف خطرہ سمجھنے والوں کی جانب سے دی جائے۔ انگریز اگرچہ اس خطے پر فاتح کے طور پر آئے اور اس پورے خطے بالخصوص مسلمانوں کے بارے میں وہ شعوری طور پر یہ رائے رکھتے تھے کہ یہ لوگ ہم سے ہر اعتبار سے کم تر ہیں، ان کا نقطۂ نظر وہی تھا، جس کا اظہار لارڈ میکالے نے ان الفاظ میں کیا تھا:

''مجھے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو اس حقیقت سے انکار کرے کہ یورپ کے کسی اچھے کتب خانے کی محض ایک الماری ہندوستان وعرب کے سارے ادبی سرمائے پر بھاری ہے''۔(۱)

لیکن اس کے باوجود جب انگریز کے شاہ دماغوں نے برعظیم کے مسلمانوں کے نظام تعلیم اور اس کے ثمرات کو ملاحظہ کیا تو وہ اس نظام اور اس سے وابستہ اساتذہ وطلباء کی ذہانت، فطانت اور محنت سب کے داد دینے پر مجبور ہوگئے، ڈبلیوڈبلیو ہنٹر کہتا ہے:

''حکومت ہمارے ساتھیوں میں منتقل ہونے سے قبل مسلمان صرف سیاسی حیثیت سے برتری نہیں رکھتے تھے، بلکہ عملی اور ذہنی حیثیت سے بھی ممتاز تھے،ان کے پاس ایک ایسا نظام تعلیم تھا جو بقول اے۔سی بیل، ہمارے نظام تعلیم کے مقابلے میں خواہ کتنا ہی گراہوا ہو، پھر بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا، کیونکہ یہ نظام اعلیٰ درجے کی عقلی اور ذہنی تربیت کا سبب تھا......لیکن اس میں شک نہیں کہ اس زمانے میں رائج ہندوستان کے نظام ہائے تعلیم میں کہیں زیادہ بہتر تھا۔یہ ایسا نظام تعلیم تھا جس نے انہیں فکری اور مادی برتری عطا کی تھی''۔(۲)

جب کرنل سلیمن (Sleeman) مسلمانوں کے نظام تعلیم کا تذکرہ کرتے ہوئے اس قدر وقیع الفاظ استعمال کرتا ہے۔وہ کہتا ہے:

''دنیا میں شاید ایسی قومیں بہت کم ہوں گی، جن میں ہندوستانی مسلمانوں سے زیادہ تعلیم کا رواج ہو۔ ہر وہ شخص جسے تیس روپے ماہوار کی ملازمت حاصل ہے وہ عام طور پر اپنے بیٹے کو کسی وزیر اعلیٰ کے بیٹے کے برابر تعلیم دلاتا ہے۔ ہمارے لڑکے جو کچھ یونانی اور لاطینی زبانوں کی مدد سے سیکھ لیتے ہیں ہفت سالہ مطالعہ نصاب کے بعد یہاں کا نوجوان علوم کی شاخوں نحو، بلاغت، منطق فلسفہ وغیرہ سے قریب قریب اتنا ہی واقف ہوجاتا ہے، جتنا کہ آکسفورڈ کا کوئی تعلیم یافتہ نوجوان۔ یہ بھی اسی طرح سقراط، ارسطو، افلاطون، بقراط، جالینوس، بوعلی سینا کے متعلق بڑی روانی سے گفتگو کرسکتے ہیں''۔(۳)

مسلمانوں کے تعلیمی نظام اور اس کی خصوصیات کے حوالے سے یہ بات بھی نہایت اہمیت رکھتی ہے کہ یہ امتیاز صرف طلبا کے ساتھ ہی خاص نہ تھا، بلکہ خواتین اور طالبات بھی وہ جذبہ، وہی ذوق وشوق اور وہی امتیاز رکھتی تھیں جو اس تعلیم کے نتیجے میں مردوں کو حاصل تھا۔اس کا بیان بھی ایک غیر مسلم اہل قلم سے سنئے، پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ (م ۱۹۳۰ء) مسلم خواتین کی دینی اور علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''یہ دلچسپ بات قابل ذکر ہے کہ اسلام کی تبلیغ میں صرف مسلمان مردوں ہی نے کوشش نہیں کی بلکہ عورتوں نے بھی اس کار خیر میں حصہ لیا ہے۔کئی تاتاری شہزادے ایسے گزرے ہیں، جنھوں نے اپنی مسلمان بیویوں کی ترغیب سے اسلام قبول کیا۔ یہی صورت بہت سے بت پرست ترکوں کے ساتھ پیش آئی، جو مسلمان ملکوں پر یورشیں کیا کرتے تھے۔سنوسی سلسلے کے مبلغوں نے جو جھیل چاڈ کے علاقہ میں تبلیغ کرنے آئے تھے،لڑکیوں کے لئے مدرسے جاری کئے۔(ان) عورتوں کو ان قبیلوں میں بربروں کی طرح جو زبردست اثر ورسوخ حاصل ہے،اس سے اسلام کی اشاعت میں فائدہ اٹھایا گیا۔ انیسویں صدی کے نصف اوّل میں حبشہ کے ملک میں اسلام نے جو ترقی کی ہے، وہ بھی بہت حد تک مسلمان عورتوں کی کوششوں کی مرہون منت ہے،اور عیسائی سرداروں کی بیویوں نے خاص طور پر اس بارے میں سعی کی ہے۔شادی کے موقع پر وہ عیسائیت کا اظہار کرتی تھیں،لیکن اپنے بچوں کی تربیت

اسلامی طریقے پر کرتی تھیں، اور اپنے مذہب کی ترقی کے لئے ہر طرح کوشاں رہتی تھیں۔ قازان کی تاتاری عورتیں بھی اسلام کی اشاعت میں سرگرمی کا ثبوت دیتی ہیں۔ کوئی مسلمان عابدہ اور زاہدہ محض اس بنا پر کہ وہ عورت ہے مبلغین اسلام کی صف میں جگہ پانے سے محروم نہیں رہی''۔ (۴)

یہ چند حوالے محض اس غرض سے پیش کیئے گئے تا کہ ان مدارس کے عالمگیر کردار کی چند جھلکیاں سامنے آسکیں۔ ورنہ آج کی نشست میں ہم مدارس کے حوالے سے ایک اہم موضوع کا جائزہ لیں گے، وہ ہے مدارس کا نصاب تعلیم اور رواداری بین المسالک۔

رواداری بین المسالک: رواداری ایک اہم صفت ہے، اور اسلام نے صبر و برداشت اور رواداری کی خاص تلقین کی ہے، اس حوالے سے اسلام کا مزاج سمجھنے کے لئے ایک واقعہ ہی کافی ہے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ''الحرقات'' نامی ایک علاقے کی طرف حملہ کرنے کے لئے بھیجا ہم نے صبح سویرے دشمن پر حملہ کیا اور انہیں شکست دی، اسی دوران میں نے ایک شخص کو قابو کر لیا تو اس نے فوراً لا الہ الا اللہ پڑھ لیا لیکن اس کے باوجود میں نے اسے قتل کر دیا، جب ہم جنگ کے بعد مدینہ واپس آئے اور آپ ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: کیا تو نے اُسے لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود بھی قتل کر دیا؟ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ تو صرف اپنا بچاؤ کر رہا تھا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فهلا شققت عن قلبه** ''تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا تھا؟'' آپ نے اپنی بات کو اتنی مرتبہ دہرایا کہ میں نے یہ آرزو کی کہ کاش آج کے دن سے پہلے میں مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔ (۵)

اسلام نے اختلافات کے حل کے سلسلے میں یہ معتدل اور مناسب ترین حل تجویز فرمایا، نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: **من يعش منكم فسيرىٰ اختلافا كثيرا، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين فتمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، واياكم ومحدثات الامور، فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة** (۶)

تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا، تو تم میری اور خلفائے راشدین کی سنت پر قائم رہنا، انہیں مضبوطی سے تھام لینا، اور اور تم بدعات سے سختی ے ساتھ پرہیز کرنا، کیوں کہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: **عليكم بالجماعة واياكم والفرقة** (۷)

تم پر جماعت کی پیروی لازم ہے اور تفرقے سے بچتے رہنا۔

اسلام اس حوالے سے اس قدر حساس ہے کہ مسلم امت کی اجتماعیت کو نقصان پہنچانے والے ہر سبب کو ختم کرنے کے لئے تلوار تک کو بے نیام کر دینے کی اجازت دے دیتا ہے، (۸) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فمن اراد ان يفرق امر هذه الامة وهي جميع فاضربوه بالسيف كائنا من كان (۹)

جو شخص اس جماعت کو جب تک کہ وہ متحدہ ہو، پراگندہ کرنا چاہے تو اسے تلوار پر رکھ لو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

مسلمانوں میں مختلف مسالک اور فرقوں کا وجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور حکومت سے بھی پہلے سے شروع ہو گیا تھا، آپ کے دور کا سب سے اہم فتنہ خوارج کو قرار دیا جا سکتا ہے، جس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ وہ گمراہ فرقہ ہے، مگر اس کے باوجود حضرت علیؓ کا اس کے بارے میں کیا رویہ تھا؟ ملاحظہ کیجئے آپ نے فرمایا:

كونوا حيث شئتم وبيننا وبينكم ان لا تسفكوا دما ولا تقطعو اسبيلا ولا تظلموا احداً

(۱۰) تم جہاں چاہو رہو، ہمارے تمہارے درمیان شرط یہ ہے کہ تم خونریزی اور راہزنی اختیار نہ کرو اور ظلم سے باز رہو۔

اور ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا: **لا نبدء کم بقتال مالم تحدثو افساداً** (۱۱)

جب تک تم فساد کے مرتکب نہیں ہو گے ہم تمہارے خلاف لڑائی کی ابتدا نہیں کریں گے۔

یہ بات ہمارے پیش نظر رہنی چاہئے کہ خوارج اپنے وقت کا طاقت ور ترین فرقہ تھا، جو علانیہ طور پر اسلامی حکومت کے خلاف رائے رکھتا تھا، اور بزور شمشیر اسے ختم کرنے کا عزم رکھتا تھا، اور ان کے خیالات وعقائد بہت سی باتوں میں مسلمانوں کے یکسر خلاف تھے، اس کے باوجود حضرت علیؓ نے از خود ان پر تلوار اٹھانے سے انکار کیا۔

اختلاف امت پر شدید وعیدوں اور اتفاق واتحاد کی اس قدر تاکید ہی کے سبب صحابہ کرامؓ کا عمومی انداز اور معمول یہ تھا کہ ہر طرح کے اختلاف سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ مکہ اور منیٰ میں قصر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی اپنی خلافت کے ابتدائی زمانے میں ایسا ہی کیا، اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے قصر نہیں کیا بلکہ چار رکعت نماز پڑھی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اس کو غلط بتایا۔ اس کے بعد وہ اٹھے اور چار رکعت نماز ادا کی، ان سے کہا گیا کہ چار رکعت نماز پر آپ نے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کہا اور پھر خود بھی آپ نے خلیفہ کی پیروی میں چار رکعت نماز پڑھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ خلاف کرنا اس سے زیادہ برا ہے۔ (۱۲)

یہ تمام روایات، اقوال، واقعات فرقہ واریت اور مسلم امہ کی اجتماعیت کو ختم کرنے والے ہر فعل کی بابت اسلام کا موقف واضح کرنے کے لئے کافی ہیں، ان کا مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام کے ہاں اس قسم کے کسی فعل، قول اور عمل کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں جس سے مسلم امت کے اتحاد واتفاق اور اجتماعیت کو کسی بھی نوعیت کا نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔ پھر جب مدارس دینیہ علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت ہی کے لئے قائم کئے گئے ہیں تو ان سے زیادہ قرآنی اور نبوی تعلیمات کی پاسداری کس کے ہاں مل سکتی ہے؟

یہی سبب ہے کہ فقہائے کرام کے ہاں بھی اس رواداری کے مظاہرے عام ہیں اور فقہائے کرام کے درمیان ہمیشہ سے رواداری کی ایسی کیفیت رہی ہے جس میں رائے کے اختلاف کو کبھی بھی ذاتی یا مسلکی مخاصمت کی بنیاد نہیں بنایا گیا، امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا ہم مالکی المذہب امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتے ہیں؟ یہ سن کر امام شافعیؒ نے فوراً جواب دیا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں خود امام مالک رحمہ اللہ کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں؟ (۱۳)

ائمہ مجتہدین تو اس معاملے میں اس قدر حساس ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ ہی کا فرمان مبارک ہے کہ مجتہدین کو آپس میں ایک دوسرے کا تخطیہ نہیں کرنا چاہئے، یعنی کسی کو یوں نہ کہنا چاہئے کہ تم غلطی پر ہو۔ (۱۴) فقہائے ومجتہدین نے ایک اور واضح اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ اہل فتویٰ کے لئے لازمی ہے کہ وہ ہمارے اقوال کو قرآن وسنت کی روشنی میں اچھی طرح پرکھیں، اس کے بعد اپنا فیصلہ فرمائیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی (۱۵)

جو شخص میرے موقف کی دلیل نہ جانتا ہو اس کے لئے مناسب نہیں کہ وہ میرے قول پر فتوی دے۔

اسی طرح امام صاحب کے سب سے معروف شاگرد اور جانشین امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا یحل لا حد ان یفتی بقولنا مالم یعلم من این قلنا (۱۶)

یہ بات کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتوی دے، جب تک اسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہ بات

ہم نے کہاں سے کہی ہے۔ جب کہ حاکم اور بیہقی نے امام شافعیؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے، وہ فرماتے تھے: **اذا صح الحديث فهو مذهبي وفي رواية اذا رأيتم كلامي يخالف الحديث فاعملوا بالحديث واضربوا بكلامي (۱۷)**

اگر تمہیں کوئی صحیح حدیث ملے تو وہی میرا مذہب ہے، اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر تم میری بات کو حدیث کے خلاف پاؤ تو حدیث پر عمل کرنا اور میری بات کو چھوڑ دینا۔

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **هذا راى النعمان بن الثابت وهو احسن ما قدرنا عليه فمن جاء باحسن من قولنا فهو اولى بالصواب (۱۸)**

یہ میری یعنی نعمان بن ثابت کی رائے ہے، اور میری طاقت کے مطابق یہی صحیح ہے، لیکن اگر کوئی اور مجتہدین میری بہ نسبت بہتر رائے پیش کرے تو وہی زیادہ مناسب ہے اور امام مالک کا قول ہے:

مامن احد الا وهو ماخوذ من كلامه ومردود عليه، الارسول الله صلى الله عليه وسلم (۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر شخص کے کلام میں قابل اخذ اور قابل ترک دونوں ہی طرح کی باتیں ہیں۔

اور امام احمد رحمہ اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں فرماتے ہیں: **ليس لا حد مع الله ورسوله كلام (۲۰)**

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کے ہوتے ہوئے کسی کی بات کی گنجائش نہیں۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **مهاما قلت من قول او اصلت من اصل فبلغكم عن رسول الله ﷺ خلاف ماقلت فالقول قاله ﷺ (۲۱)**

میں جو بات بھی کہوں اور جو اصول بھی ٹھہراؤں، جب اس کے خلاف کوئی بات رسول اللہ ﷺ سے مل جائے تو پھر آپ ہی کی بات اصل ہے۔

اور مجتہدین کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہ یہ دعویٰ بھی نہیں کرتے تھے کہ ہمارا موقف سراسر درست ہے، بلکہ وہ اس قدر تحقیق، محنت تلاش وجستجو اور کوشش وکاوش کے بعد بھی اپنی رائے اور موقف کے بارے میں صرف اس قدر کہتے تھے کہ: **مذهبي صواب يحتمل الخطاء ومذهب غيرى خطأ يحتمل الصواب (۲۲)**

میری رائے درست ہے لیکن اس میں غلطی کا احتمال ہے اور اس معاملے میں دوسروں کی رائے غلط ہے، لیکن صحیح ہونے کا احتمال رکھتی ہے۔

فقہائے کرام کی رواداری کے یہ مظاہر یقیناً یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام میں کسی قسم کی نہ بین المذاہب انتہا پسندی پائی جاتی ہے نہ بین المسالک، اس حوالے سے اگر کچھ کاروائیاں نظر بھی آتی ہیں تو وہ مکمل طور پر انفرادی ہیں، اسلام کی تعلیمات سے اس کا کوئی تعلق نہیں، نیز اس نوعیت کی سرگرمیاں ہر مذہب میں اسلام سے بڑھ کر موجود ہیں، اسلام پر اس حوالے سے اعتراضات قطعاً انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتے۔ دوسرے جانب ان حضرات کے لئے اس میں راہنمائی موجود ہے جو کسی بھی حوالے سے مسلکی یا فرقہ وارانہ انتہاپسندی کے شکار ہیں، انہیں بھی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنے رویوں کا جائزہ لینا ہوگا اور اپنی اصلاح کرنی ہوگی۔

اختلاف رائے اور اس کی حدود: ڈاکٹر محمود احمد غازی مسلکی اختلاف اور اس کی حدود کے بارے میں اسلام کے موقف کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلک کا وجود فی نفسہ مذموم نہیں۔ کیونکہ یہ آزادی رائے کا لازم نتیجہ ہے۔ آزادی رائے کا حق دنیا کے ہر نظام میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے اختلاف رائے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ اس کو ایک

پسندیدہ چیز قرار دیا۔ مسالک کا تنوع اور رائے کا صحت مندانہ اختلاف اسلام کی ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایات میں اہل علم کے اختلاف کو رحمت قرار دیا گیا ہے۔ صرف مذہبی عقائد ہی نہیں بلکہ علم ودانش کے ہر شعبے میں آرا کا اختلاف ایک حقیقت ہے، اور یہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا انسانی فکر کی تاریخ۔ یونانی فلسفہ ہو یا قدیم ہندو ریاضی، جاہلی عربی شاعری ہو یا بائبل کی مذہبی تصورات، اختلاف رائے اور اس کی بنیاد پر مسالک کا وجود ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اسلام نے اس اہم انسانی حقیقت کو روزِ اوّل سے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اس کو صحت مندانہ اور تعمیری بنیادوں پر فروغ دینے کے لئے ایک فکری اور علمی بنیاد بھی فراہم کی۔ اسلامی عقائد کی رو سے کسی قوم کے بنیادی تہذیبی نظریات اور مذہبی تصورات ناقابل تغیر ہوتے ہیں۔ اسلامی اصطلاحات میں جن امور کو عقائد اور نصوص قطعیہ کہا گیا ہے وہ اسلامی معاشرے کی فکری حد بندی کرتے ہیں، ان کی وجہ سے اسلامی نظریہ کو تسلیم اور دوام عطا ہوتا ہے، ان کی وجہ سے اسلام کے امتیازی اوصاف کو تحفظ ملتا ہے اور انہی کی وجہ سے اسلام نے مشکل حالات میں اپنے تشخص کو برقرار رکھا ہے۔ اسلام تعلیم کی رو سے آزادی فکر اور اختلاف رائے کا دائرہ عقائد اور نصوص قطعیہ کے تسلسل، دوام اور قطعیت پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ یہ دونوں چیزیں بڑی حد تک اس دائرے سے ماورا ہیں۔ البتہ اس دائرے سے باہر اجتہاد اور اجماع کا ایک میدان موجود ہے جس میں اختلاف رائے کی اتنی گنجائش ہے کہ کسی اور مذہب میں اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ قرآن وسنت اور اجماع اور قیاس واستدلال کی بنیاد پر اسلامی تاریخ کے بہترین دماغوں نے اسلامی فکر اور تہذیب کو وسعت بخشی۔ نہ خالص مذہبی خیالات اور تصورات کے باب میں بلکہ قانون، فلسفہ، عقلیات، سیاسیات، طب، سائنس اور نفسیات، کہ صرف ونحو اور ادبیات میں بھی مختلف مکاتب فکر کا وجود اسلامی تاریخ میں روز اول سے رہا ہے۔ ان بے شمار علمی رجحانات کی موجودگی نے اسلام کے فکری سرمائے میں وسعت پیدا کی اور جزیرہ عرب کے مختلف قبائل کے علاوہ اسلام میں داخل ہونے والی قریب قریب ہر قوم کے مثبت اور تعمیری عناصر کو اپنے اندر سمولیا"۔ (۲۳)

درس نظامی اور بین المسالک رواداری: دینی مدارس کا نظام اور نصاب دونوں جس واحد نکتے پر قائم ہیں وہ قرآن وسنت کا صحیح اسلامی فہم طلبا تک پہنچانا ہے، پورا نصاب اس میں پڑھائے جانے والے علوم عقلیہ ونقلیہ اور مختلف علوم وفنون سب کی تعلیم وتدریس سے غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان علوم کی تحصیل کے بعد ایک شخص کارآمد، صحیح مسلمان کی حیثیت سے معاشرے میں اپنا کردار بخوبی ادا کر سکے، اس کے ذیل میں تمام خوبیاں، تمام اچھائیاں اور تمام جواہر آجاتے ہیں، رواداری اور خصوصاً تحمل وبرداشت کا رویہ ایک مسلمان کی پہچان ہے، وہ ہر معاملے میں قرآن وسنت کی عملی راہنمائی اپنے پیش نظر رکھتا ہے۔

اس نشست میں ہم دینی مدارس کے نصاب کے حوالے سے ان پہلوؤں کو پیش کریں گے جن کا تعلق رواداری بین المسالک سے ہے۔

دینی مدارس کے نصاب تعلیم درس نظامی کے مرتب اول اور بعد میں اس میں مختلف ترامیم کرنے والے حضرات کی بے تعصبی، اور بین المسالک رواداری کے بے مثال جذبے کو ہم دو طریقوں سے پیش کریں گے۔

۱......دینی مدارس کے مختلف مکاتب فکر کے جو بورڈ میں موجود ہے، ان میں مشترکہ کتب کا جائزہ۔

۲......وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے موجودہ نصاب اور درس نظامی کی ابتدائی شکلوں میں موجود کتب کے مصنفین کے عقائد اور مختلف فقہی مسالک سے ان کے انتساب کا جائزہ۔

۱......یہ حقیقت ہے کہ اس وقت مختلف مکاتب فکر کے ہاں دینی تعلیم کا جو نصاب رائج ہے وہ درس نظامی کی ہی

ترمیم شدہ اور ترقی یافتہ ایک شکل ہے، اور تمام مکاتب فکر بنیادی طور پر درس نظامی ہی کو اپنی تعلیم کی بنیاد بناتے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ اس نصاب کا ایک بہت بڑا حصہ وہ ہے جو مختلف مکتب فکر کے ہاں مشترک ہے، اس عظیم حقیقت کی جانب اشارہ کرنے کے لئے ہم چند کتب کا تقابلی جائزہ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

مختلف مکاتب فکر کے نصاب تعلیم کا تقابلی جائزہ:

مختلف مکاتب فکر کے ہاں جو دینی تعلیم دی جارہی ہے اس کا اغلباً ستر فی صد حصہ مشترکہ کتب پر مشتمل ہے، ہم مختلف درجات میں مشترکہ کتب کو ذیل میں علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

الثانویۃ العامۃ:

۱......جمال القرآن/ مولانا اشرف علی تھانوی/ وفاق المدارس العربیہ (دیوبندی)۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ (جماعت اسلامی)

۲......مشق قرأت وترجمہ عم پارہ/ وفاق المدارس العربیہ، تنظیم المدارس (بریلوی)۔ رابطۃ المدارس۔ وفاق المدارس سلفیہ (اہلحدیث)

۳......زادالطالبین/ مولانا عاشق الٰہی البرنی/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔

۴......قدوری/ ابوالحسن قدوری/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔

۵......شرح مائۃ عامل/ عبد القاہر جرجانی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ وفاق المدارس سلفیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔

۶......علم الصرف/ مولانا محمد مشتاق چرتھاولی/ وفاق المدارس العربیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔

۷......علم النحو/ مولانا محمد مشتاق چرتھاولی/ وفاق المدارس العربیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ

۸......علم الصیغہ/ مولانا عنایت احمد کاکوروی/ وفاق المدارس العربیہ۔ وفاق المدارس شیعہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ تنظیم المدارس

۹......فصول اکبر/ علی اکبر آبادی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔

۱۰......نحو میر/ میر سید شریف/ وفاق المدارس العربیہ۔ وفاق المدارس شیعہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔

۱۱......ہدایۃ النحو/ سراج الدین باخی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ وفاق المدارس شیعہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔

۱۲......مرقات/ مولانا فضل امام خیر آبادی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ

الثانویۃ الخاصۃ:

۱......ریاض الصالحین/ شرف الدین نووی/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔

۲......کنز الدقائق/ عبد اللہ نسفی/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ تنظیم المدارس۔

۳......اصول الشاشی/ اسحاق ابراہیم شاشی/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ تنظیم المدارس۔

۴......نور الانوار/ ملاجیون/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ تنظیم المدارس۔

۵......ہدایۃ/ علی بن ابوبکر مرغینانی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ وفاق المدارس سلفیہ۔

۶......شرح جامی/ عبد الرحمٰن جامی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔

۷......قطبی/ قطب الدین رازی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔

۸......شرح تہذیب/ عبد اللہ یزدی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق

المدارس سلفیہ۔
۹......مقامات حریری/ قاسم بن علی حریری/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔

المرحلة العالیه:

۱......تفسیر جلالین/ جلال الدین محلی وجلال الدین سیوطی وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔
۲......ہدایہ/ علی بن ابوبکر مرغینانی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔
۳......سراجی/ سراج الدین سجاوندی/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ
۴......التوضیح/ عبیداللہ بن مسعود/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ
۵......التلویح/ سعد الدین تفتازانی/ وفاق المدارس العربیہ، رابطۃ المدارس الاسلامیہ
۶......شرح عقائد/ سعد الدین تفتازانی/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ
۷......مختصر المعانی/ سعد الدین تفتازانی/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المداراس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس شیعہ
۸......سلم العلوم/ محب اللہ بہاری/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس شیعہ
۹......میبذی/ میر حسین/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ
۱۰......ہدیہ سعیدیہ/ فضل امام خیر آبادی/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ
۱۱......دیوان متنبی/ احمد بن حسین الکندی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المداس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔
۱۲......دیوان حماسہ/ ابوتمام حبیب الطائی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس شیعہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔

المرحلة العالمیه:

۱......انوار التنزیل/ عبداللہ بیضاوی/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔
۲......الفوز الکبیر/ شاہ ولی اللہ/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔
۳......شرح نخبۃ الفکر ابن حجر عسقلانی/ وفاق المدارس العربیہ۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔
۴......صحاح ستہ مکمل/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔
۵......موطا امام مالک/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔ وفاق المدارس سلفیہ۔
۶......شرح معانی الآثار/ الطحاوی/ وفاق المدارس العربیہ۔ تنظیم المدارس۔ رابطۃ المدارس الاسلامیہ۔

ان کتب میں اس قدر فرق ضرور ہے کہ بعض کے ہاں کچھ کتب اسی درجے کے سال اول میں پڑھائی جاتی ہیں اور بعض کے ہاں سال دوم میں۔ اسی طرح بعض کے ہاں کتب ایک درجے میں پڑھائی جاتی ہیں اور بعض کے ہاں دوسرے درجے میں، لیکن چونکہ اس فرق سے نفس مضمون اور ہمارے مدعا میں کوئی فرق نہیں ہوتا اس لئے ہم نے اجمالاً ذکر کر دیا ہے۔ (۲۴)

درس نظامی میں شامل کتب کے مصنفین:

دینی مدارس کا متفقہ نصاب، درس نظامی جو کوئی تین پونے تین سو برس سے اس خطے میں جزوی تبدیلیوں کے ساتھ رائج ہے، اتحاد و اتفاق اور اس نصاب کے مرتبین کی بے تعصبی اور عالمگیر فہم وفکر کی عظیم بلندیوں کی جانب اشارہ کرتا ہے، یہ نصاب ابتداء میں صرف حنفی علما کا تجویز کردہ تھا، اور ایک طویل عرصے تک حنفیہ کے ہاں ہی رائج رہا کہ براعظم کی اکثریت فقہ حنفی کی ہی پیروکار رہی ہے۔ لیکن اس نصاب کی تشکیل وترتیب میں جن کتب کا کردار رہا، جو کتب روز اول سے آج تک اس میں شامل رہیں، جو آج بھی موجود ہیں یا وہ ابتداء میں موجود تھیں، بعد میں ان کی جگہ دوسری کتب شامل ہوئیں، یہ تمام کتب کسی خاص فقہی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے مصنفین کے رشحات قلم کا نتیجہ نہیں تھیں، بلکہ اس میں سب ہی فرقے اور گروہ شامل تھے، اس میں حنفی بھی تھے، شافعی، مالکی اور حنبلی بھی، پھر اس میں معتزلہ بھی ہے اور شیعہ اثناء عشری اور زیدی وغیرہ بھی، ان کا مطمح نظر صرف یہ تھا کہ خذ ماصفا ودع ما کدر کہ جو کتاب جس فن کی بہترین ترجمانی کرتی ہے یا اس فن پر عبور اور اس میں رسوخ کے لئے ضروری ہے، اسے کسی احساس کمتری، یا تعصب کے بغیر شامل نصاب کرلیا جائے۔ ایسے میں یہ بات کیونکر درست کہی جاسکتی ہے کہ یہ مدارس کسی قسم کی فرقہ واریت سے متاثر ہیں یا اس کی ترویج میں مصروف ہیں؟ ذیل میں اس حوالے سے چند کتب کا جائزہ وپیش کیا جاتا ہے۔

کتب تفسیر:

۱...... تفسیر کشاف۔ جار اللہ زمخشری (۴۶۷ھ/۱۰۷۴ء۔ ۵۲۸ھ/۱۱۳۴ء) معتزلی عالم تھے، تفسیر کشاف ان کے قلم سے ہے۔ علامہ زمخشری کے اعتزال کے اثرات پوری تفسیر میں جابجا ملتے ہیں، اس بنا پر ابن خلدون، ابن قیم اور سیوطی رحمہم اللہ نے اسے عقائد اسلام کے خلاف قرار دیا ہے، اور شرف الدین طیبی حنفی نے اس پر تنقید بھی لکھی ہے، (۲۵) اس کے باوجود یہ کتاب دینی مدارس کے نصاب میں شامل رہی ہے، غالباً اب بھی بعض مقامات پر اس کی تدریس ہوتی ہے۔

۲...... تفسر جلالین، تفسیر جلالین دو مصنفین، جلال الدین سیوطی (۸۴۹ھ/ ۹۱۱ھ) اور جلال الدین محلی (۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء۔ ۱۴۶۴ء) کی مشترکہ تالیف ہے، دونوں بزرگ شافعی المسلک تھے۔ (۲۶)

۳...... تفسیر بیضاوی، عبداللہ بن عمر بیضاوی۔ تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل کے مؤلف ہیں، یہ تفسیر بیضاوی کے مختصر نام سے متعارف اور ابتداہی سے درس نظامی میں شامل ہے، امام بیضاوی شافعی المسلک تھے۔ (۲۷)

کتب حدیث:

درس نظامی میں جو کتب حدیث پڑھائی جاتی ہیں ان میں صحاح ستہ اور مؤطا امام مالک شامل ہیں، ان تمام کتب کے مؤلفین غیر حنفی ہیں۔ اور دورہ حدیث کی سطح پر شرح معانی الآثار کے علاوہ جو ایک حنفی محدث علامہ طحاوی کی تالیف ہے، دوسری تمام کتب غیر حنفی علما کی تحریر کردہ ہیں۔

کتب اصول فقہ:

التلویح...... اصول فقہ کی معروف کتاب التوضیح کی شرح التلویح علامہ سعد الدین تفتازانی (۷۲۲ھ/۱۳۲۲ء ۷۹۳ھ/ ۱۳۹۰ء) نے تحریر کی تھی، جو اکثر مدارس میں داخل نصاب رہی۔ اب بھی بعض مدارس میں اس کی تدریس جاری ہے۔ علامہ تفتازانی شافعی المسلک تھے۔

منطق وفلسفہ:

۱......قطبی۔قطبی کے مؤلف ابوعبداللہ قطب الدین محمد بن محمد رازی (م۷۶۶ھ) ہیں، قطبی منطق کی متداول ترین کتاب ہے، اور روز اول سے درس نظامی کا حصہ رہی ہے، قطب الدین رازی کا تعلق آل بویہ سے بتایا جاتا ہے، اور آل بویہ بالاتفاق شیعہ تھے۔نیز علامہ نوراللہ شوستری نے بھی ''مجالس المؤمنین'' میں انہیں شیعہ لکھا ہے۔(۲۸)

۲......صدرا۔صدرالدین ملا اخوند یا ملا صدرا (۹۷۹ھ) میں شیراز میں پیدا ہوئے، ان کے اساتذہ میں دو اہم شیعہ اہل علم بہاء الدین عاملی اور ملا میر باقر داماد کے نام شامل ہیں، خود بھی ملحدانہ خیالات رکھتے تھے، نیز مذہب شیعہ کی معروف کتاب ''اصول کافی'' کی ناتمام شرح بھی ان کے قلم سے نکلی ہے، (۲۹) لیکن ان کی کتاب ہدایۃ الحکمۃ جو صدرا کے نام سے معروف ہے، درس نظامی کا ایک طویل عرصے تک حصہ رہی ہے۔اور آج بھی بہت سے مدارس میں پڑھائی جارہی ہے۔

۳......میر قطبی۔قطبی کی شرح سید میر سید شریف جرجانی (۷۴۰ھ/۱۳۴۰ء۔۸۲۶ھ/۱۴۱۳ء) کے قلم سے ہے، یہ کتاب بھی درس نظامی کا حصہ ہے (۳۰) ان کے قلم سے اور کتب بھی درس نظامی میں معاون کتب کے طور پر موجود ہیں، مثلاً شرح ابن غوجی، حاشیہ مطول وغیرہ۔بعض کا ذکر آگے آرہا ہے۔

صرف ونحو:

۱......صرف میر، نحو میر۔یہ دونوں کتابیں داخل نصاب ہیں اور سید شریف جرجانی کے قلم سے ہیں، جن کا ذکر ابھی سطور بالا میں گزر چکا ہے۔

۲......صرف بہائی۔اس کے مصنف بہاؤ الدین عاملی (۹۵۳ھ/۱۵۴۸ء۔۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء) ہیں، یہ بھی شیعہ تھے، صرف بہائی درس نظامی کی معروف کتاب ہے (۳۱)

۳......کافیہ۔نحو کی معروف کتاب کافیہ کے مؤلف ابن حاجب (۵۷۰ھ/۱۱۷۵ھ۔۶۴۶ھ/۱۲۴۹ء) مسلکاً مالکی تھے۔اور فقہ مالکی کے بڑے عالم (۳۲)

ادب:

۱......دیوان حماسہ۔اس کا مرتب ابوتمام حبیب (۱۹۰ھ/۸۰۶ء۔۸۳۲ء) ہے، تذکرہ نگاروں نے اسے معتزلی قرار دیا ہے، (۳۳) دیوان حماسہ درس نظامی میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

۲......دیوان متنبی احمد بن الحسین کندی (۳۰۳ھ/۹۱۵ء۔۳۵۴ء/۹۶۵ء) کا کلام ہے، اس نے کسی زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا مگر پھر تائب ہو گیا۔لیکن اس کا تعلق اہل تشیع سے قائم ہو چکا تھا۔اسی پر اس کا انتقال ہوا مگر دیوان متنبی درس نظامی کی کلیدی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔(۳۴)

مختلف علوم وفنون کی یہ چند کتابیں بطور مثال پیش کی گئیں، تاکہ یہ بات واضح ہو سکے کہ مدارس دینیہ کے ہاں علمی سطح پر کس قدر وسعت فکر ونظر پائی جاتی ہے۔

البتہ بعض صورتوں میں جب اس سے ہٹ کر صورت پیش آتی ہے تو اسے منصوبہ بندی کے تحت نمایاں کیا جاتا ہے، حالانکہ اس نوعیت کی انحرافی صورتیں ہر جگہ پائی جاتی ہیں، جن سے بچنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱...... پروفیسر عبدالحمید صدیقی (م ۱۹۷۸ء) / میکالے کا نظریہ تعلیم / روہیل کھنڈ لائبریری سوسائٹی، کراچی ۱۹۶۵ء/ص ۴۷

2. W.W Hunter/the Indian Musalman/ premise Book House, London on 1974/Page52

3. rambles And Recollection/By Colonel Sleeian/London/ 1844 Page 523-524

(۴) پروفیسر ڈی ڈبلیو آرنلڈ/ دعوت اسلام/محکمہ اوقاف، لاہور ۱۹۷۲ء:ص ۳۸۸...... (۵) ابن ابی شیبہ/ المصنف/ ریاض مکتبہ الرشد ۱۴۰۹: ج ۶،ص ۴۸۰، رقم ۳۳۰۹۹ ☆...... نسائی، احمد بن شعیب ابوعبداللہ (م ۳۰۳ھ) / السنن الکبریٰ ☆...... بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۱ء: ج ۵،ص ۲۷، رقم ۸۵۹۴...... (۶) ابن حبان: ج ۱،ص ۱۷۹، رقم ۵ ☆...... حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ/ المستدرک/ بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء: ج ۱،ص ۱۷۴، رقم ۳۲۹، ☆...... برانی، سلیمان بن احمد (م ۳۶۰) / المعجم الکبیر/ الموصل، مکتبہ العلوم والحکم، ۱۹۸۳ء: ج ۱۸، ص ۲۴۹ ☆...... ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی (م ۲۷۵ھ) / السنن/ بیروت، دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء: ج ۱، ص ۳۹، رقم ۴۳ (۷) احمد: ج ۶، ص ۵۱۱، رقم ۲۲۶۳۵ (۸) قرآن حکیم میں فرمایا گیا کہ وقتلوھم حتی لا تکون فتنۃ۔ البقرہ: ۱۹۳۔ (۹) مسلم: ج ۳، ص ۲۳۹، رقم ۱۸۵۲ ☆...... نسائی/ السنن الکبریٰ: ج ۲، ص ۲۹۳، رقم ۳۴۸۵۔ (۱۰) الشوکانی، محمد بن علی (۱۲۵۵ھ) / نیل الاوطار/ بیروت، دار الجیل ۱۹۷۳ء: ج ۷، ص ۴۹...... (۱۱) ایضاً...... (۱۲) بیہقی کبریٰ: ج ۳، ص ۱۴۳، رقم ۵۲۱۹ ☆...... عبد الرزاق بن ہمام، ابوبکر (م ۲۱۱ھ) المصنف/ ڈھابیل/ المجلس العلمی: ج ۲، ص ۵۱۶، رقم ۴۲۶۹ (۱۳) عبداللہ بن عبدالرحمٰن/ الارشاد شرح لمعۃ الاعتقاد لابن قدامہ/ ریاض، دار الطیبہ، ص ۳۷۰۔ (۱۴) وحدت امت/ مفتی محمد شفیع، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ۲۹۷۵ء: ص ۱۷۔ (۱۵) شاہ ولی اللہ دہلوی، (م ۱۱۷۲ھ) الانصاف/ بیروت، دار النفائس، ۱۴۰۴ھ: س ۱۰۴۔ (۱۶) الانصاف: ص ۱۰۵ ☆...... طبقات الحنفیہ: ج ۱، ص ۵۲۔ (۱۷) الانصاف: ص ۱۰۴ (۱۸) الانصاف: ص ۱۰۴...... ۔ (۱۹) ایضاً۔ (۲۰) ایضاً۔ (۲۱) ایضاً/ ص ۶۳۔ (۲۲) محمد مدنی/ حول الوحدۃ الاسلامیہ/ مصر: ص ۲۱۱۔ (۲۳) ڈاکٹر محمود احمد غازی: مسلکی اختلاف اور اس کی حدود: ماہنامہ دعوۃ، اسلام آباد۔ ستمبر ۲۰۰۳ ص: ۱۶، ۱۷۔ (۲۴) تفصیل کے لئے تمام وفاقوں کے شائع شدہ نصاب ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، ہم نے سہولت کی خاطر اس چارٹ کی تیاری میں جناب سلیم منصور خالد کی کتاب دینی مدارس میں تعلیم/ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹیڈیز، اسلام آباد ۲۰۲ء کے صفحات ۳۸۸ تا ۴۱۲ سے استفادہ کیا ہے، نیز مختلف نصاب بھی پیش نظر رہے ہیں۔ (۲۵) اختر راہی/ تذکرہ مصنفین درس نظامی/ مکتبہ رحمانیہ، لاہور ۱۹۷۸ء/ ۸۲۔ (۲۶) علامہ محمد اعظم سعیدی/ فقہی فرقہ واریت کے ذمے دار، دینی مدارس یا ایوان اقتدار/ مشمولہ ماہنامہ فقہ اسلامی/ مدیر اعلیٰ: پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز/ جولائی ۲۰۰۱ء۔ (۲۷) مولانا محمد حنیف گنگوہی/ حالات مصنفین درس نظامی/ دار الاشاعت کراچی: ص ۳۵۔ (۲۸) علامہ محمد اعظم سعیدی: ص ۴۸۔ (۲۹) ایضاً۔ (۳۰) ایضاً، اختر راہی: ص ۱۱۲۔ (۳۱) اختر راہی: ص ۷۹۔ (۳۲) ایضاً، ص ۲۵۔ (۳۳) مولانا اعظم سعیدی: ص ۴۶۔ (۳۴) ایضاً۔